اے عشق ترے ہیں کھیل عجب

دُرِ ثمن بلال

وہ کمالِ ہنر یوں بھی کرتا گیا
زخم دیتا گیا زخم بھرتا گیا
دُور اُس کی نگاہوں سے منزل ہوئی
جادۂ عشق میں جو بھی ڈرتا گیا
رات پھولوں پہ شبنم برستی رہی
رنگ پھولوں کے رخ کا نکھرتا گیا

عشق، محبت، چاہت، پیار ایک جذبے کے کتنے اظہار ...یہ جذبہ ہر کسی کے دل میں پنپ سکتا ہے بشرطیکہ دل کا ظرف وسیع اور خلوص کے موتیوں سے مرصّع ہو، زیرِ نظر کہانی اسی جذبے کے اتار چڑھاؤ کو بے حد متاثر کُن انداز میں قاری کو ایک نئی سوچ سے روشناس کراتے ہوئے بڑھتی ہے۔

عشق کے آفاقی جذبے کو ایک نئے انداز میں بیان کرتی دلکش تحریر

قسط 2

''سارہ ویسے آپ بہت ضدی ہیں۔ دو مہینے سے آپ کے پیچھے خوار ہو رہا ہوں، آخر کس طرح میں آپ کو اپنی محبت کا یقین دلاؤں؟'' اس کے لہجے میں بیچارگی تھی۔ وہ تقریباً اس کے ساتھ، ساتھ ہی چل رہا تھا۔

''مجھے آپ کی محبت پر یقین کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور میں بھی آپ کو کئی بار کہہ چکی ہوں کہ آپ کسی اور لڑکی پر لائن ماریں۔ میں کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہوں۔ بلاوجہ مجھ پر ٹائم ویسٹ کر رہے ہیں آپ۔'' ہمیشہ کی طرح اس بار بھی سارہ کا لہجہ دوٹوک تھا۔

''یقین کیجیے سارہ، میں بھی کوئی سڑک چھاپ عاشق نہیں ہوں۔ بخدا جب سے آپ کو دیکھا ہے کسی کام میں دل نہیں لگتا میرا......''

''تو میں نے آپ کے دل کا ٹھیکا نہیں لے رکھا۔ سنبھال کر رکھیں اپنے دل کو۔'' سارہ کو غصہ آنے لگا۔

اسجد بہت کم رفتار سے بائیک چلاتا ہوا اس کے بالکل پیچھے، پیچھے ہی آ رہا تھا۔ سارہ کی بات پر وہ مسکرا پڑا۔

''سارہ جی میں تو کئی بار اپنے دل کو سمجھا چکا ہوں مگر یہ کم بخت اب میری سنتا ہی کب ہے...... میرے دل پر تو اب صرف آپ کی حکمرانی ہے، مجھ سے تو اب میرا دل مکمل طور پر بغاوت کر چکا ہے۔''

سارہ اب چلتے، چلتے رک گئی تھی۔ وہ پچھلے دو مہینے سے اس شخص کی ایسی باتیں سن رہی تھی اور وہ اس کو ایسے ہی جواب دے رہی تھی مگر آج وہ بہت پریشان ہو گئی تھی۔

''خدا کے لیے میرا پیچھا چھوڑ دیں۔ میرا باپ ایک شریف انسان ہے اگر کسی نے آپ کو میرے پیچھے آتے ہوئے دیکھ لیا تو میرے ساتھ، ساتھ وہ بھی کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔'' سارہ کے لہجے میں التجا تھی۔ وہ سڑک پر جس جگہ تھی وہاں سے اس کا گھر محض ایک گلی کے فاصلے پر تھا۔ وہ گھر جو بالکل خستہ حال تھا جس میں ایک غریب اور بیمار باپ کے پاس اپنی ایمانداری، نیک نامی اور اس کی بیٹیوں کی شرافت کے علاوہ کوئی قیمتی چیز نہ تھی۔

''میں جانتا ہوں سارہ! مجھے بھی آپ کی عزت، اپنی محبت سے بڑھ کر عزیز ہے صرف ایک بار کہیں بیٹھ کر میری بات سن لیں، میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں آپ سے سچی محبت کرتا ہوں اور آپ سے شادی کا خواہش مند ہوں۔''

''جو لڑکی جہیز میں سوائے شرافت کے اور کوئی چیز نہ لا سکے کیا آپ کے گھر والے ایسی لڑکی کو قبول کر لیں گے؟''

''سارہ مجھے اور میرے گھر والوں کو ان چیزوں سے کوئی فرق نہیں پڑتا، میرے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے، میں اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا ہوں۔ ان کے لیے وہ لڑکی سب سے خاص ہو گی جس سے میں محبت کرتا ہوں۔'' اسجد کے لہجے کی سچائی اس کی باتوں میں بولتی محبت...... سارہ کو اندر ہی اندر سرشار کرنے لگی...... مگر اس کے لب خاموش تھے۔ ذہن کچھ سوچنے لگا تھا۔ اسجد بائیک سے اتر کر اب اس کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ بھی ٹھٹک کر رک گئی تھی۔

''سارہ کچھ تو بولیں۔''

سارہ بغیر اس کی طرف دیکھے ہی اس کے چہرے کے تاثرات کا اندازہ لگا رہی تھی۔ اسے اسجد کی باتیں جھوٹ نہیں لگیں۔ اسجد کی وارفتگی نے اسے اپنا رخ موڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔

''اچھا یہی بتا دیں کہ میں اپنی امی کو آپ کے گھر کب بھیجوں؟''

''ابھی اس کی ضرورت نہیں۔'' سارہ نے فقط اتنا کہہ کر گھر کی جانب قدم بڑھائے۔

مہینے کے آخری دن چل رہے تھے۔ گھر میں مہینے کے آخری دنوں میں نوبت فاقوں تک آجاتی تھی۔ وہ اسجد کو کیا بتاتی... کیسے بتاتی؟

''آپ کو نہیں مگر مجھے تو ہے ضرورت...... آپ کے بغیر میرا ایک، ایک پل عذاب میں گزرتا ہے۔'' اس کی اس بات پر سارہ کو بے اختیار ہنسی آگئی مگر وہ ضبط کرگئی۔

''پلیز ابھی آپ جائیں یہاں سے...... مجھے دیر ہورہی ہے۔ ویسے بھی آتے جاتے کوئی دیکھ لے گا تو کیا سوچے گا۔'' سارہ اسے ٹالتے ہوئے آگے بڑھ گئی تھی اور اسجد دیر تک کھڑا اسے جاتا ہوا دیکھتا رہا تھا۔

سارہ جب گھر میں داخل ہوئی تو خلافِ توقع...... زویا کو گھر میں دیکھ کر حیران ہوئی۔

''السلام علیکم! ارے زویا آپی آج آپ اسکول نہیں گئیں؟'' سارہ کمرے میں آکر اپنی چادر اتارتے ہوئے بیڈ پر لیٹی زویا سے پوچھنے لگی۔

''وعلیکم السلام...... گئی تھی یار...... بس ہاف لیو لے کر واپس آگئی، سر میں اتنا شدید درد ہوا کہ کیا بتاؤں...... ساتھ میں بخار بھی لگ رہا تھا۔''

''اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟'' سارہ نے بیگ اور فائل اپنے پلنگ سے اٹھا کر الماری میں رکھے۔

''اب کچھ بہتر ہوں...... گھر آکر پین کلر لی تھی پھر اماں نے چائے بنادی۔ اب بہتر محسوس کررہی ہوں۔''

''ابا کہاں ہیں؟ نظر نہیں آرہے۔'' سارہ بہن کے پاس ہی پلنگ پر بیٹھ گئی تھی۔ ''اور اماں بھی نظر نہیں آرہیں۔''

''ابا صفدر صاحب کی دکان تک گئے ہیں۔ گھر بیٹھ، بیٹھ کر بور ہورہے تھے اور اماں نہارہی ہیں۔''

''گلو گھر آیا کہ نہیں؟'' سارہ کے سوال پر زویا نے سرد آہ بھری۔

''اس کے لیے یہ گھر...... گھر تھوڑی ہے وہ تو یہاں صرف سونے آتا ہے یا اماں سے پیسے مانگنے...... اسے بگاڑنے میں سارا قصور سراسر اماں کا ہے۔'' زویا نے اپنی رائے دی۔

''ہاں...... مگر اب تو اماں بھی اس کی ناجائز فرمائش پر اسے ڈانٹتی ہیں، رات کو جب وہ دوستوں کے ساتھ سیر و تفریح کے لیے مری جانے کے لیے اماں سے پیسے مانگ رہا تھا تو اماں اسے ڈانٹ رہی تھیں۔''

''سارہ، جب اسے سمجھانے اور ڈانٹنے کا وقت تھا تو اس وقت اماں گلو کو میرا اکلوتا بیٹا کہہ، کہہ کر اسے بدتمیز اور خود سر بناتی رہیں۔ اب بھلا یہ ڈانٹ گلو کے لیے کیا معنی رکھتی ہے؟ اب تو وہ ڈھیٹ ہوچکا ہے۔'' زویا کے لہجے میں تکلیف تھی، دکھ تھا۔

''کہہ تو آپ ٹھیک رہی ہیں آپی! یہ گھر کیسے چل رہا ہے؟ ابا کی معمولی پنشن اور پورا مہینہ، آپ اور میں کتنی محنت سے ایک، ایک پائی جوڑتے ہیں...... اور پھر مہینے کے آخر میں ہمارے ہاتھ کیسے خالی رہ جاتے ہیں...... اس گھر کا کرایہ...... دودھ کا بل، بجلی کا بل، گھر کا راشن، ابا کی شوگر اور بلڈ پریشر کی دوائیاں...... کیسے اور کہاں سے آتی ہیں...... گلو کو ان چیزوں سے کبھی سروکار نہیں رہا...... بھائی تو اپنی بہنوں کو گھر کی چار دیواری کا تحفظ دے کر خود محنت مزدوری کرتے ہیں...... ان کی ضرورتیں پوری کرتے ہیں...... قرض اٹھا کر بہنوں کی شادیاں تک کرتے ہیں...... اور ایک ہمارا بھائی ہے دنیا کا انوکھا اور نرالا بھائی...... جو ہمارا بوجھ اٹھانے کے بجائے الٹا ہم پر بوجھ بنا ہوا ہے......'' وہ شدید دل گرفتہ تھی۔

''ابا کی نظر کے چشمے کا نمبر بدلنے والا ہے...... ہر وقت ان کے سر میں درد رہتا ہے، اس مہینے ہم انہیں ڈاکٹر کے پاس بھی نہیں لے جاسکے، ان کی نئی عینک نہیں بنوا سکے...... اماں نے آدھی گرمیاں پچھلے سال کے دو لان کے

سستے جوڑوں میں گزار دیں...... ہم انہیں نئے سوٹ نہیں دلا سکے...... کیا کریں مہنگائی نے ہم جیسوں کو دال روٹی کے چکر میں ڈال رکھا ہے...... مہینے میں ایک بار ہمارے گھر فروٹ آتا ہے وہ بھی جس دن ابا کو پنشن ملتی ہے...... ہفتے بعد کہیں گوشت کی شکل دیکھنا نصیب ہوتی ہے ہمیں...... ہمارے دکھ سکھ بانٹنے والا کوئی نہیں ہے زویا آپی......''
سارہ حد سے زیادہ جذباتی ہوگئی تھی......اس کا لہجہ بھیگ گیا تھا۔
پلنگ پر لیٹی زویا کی آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کر گرے تھے اور تکیے میں جذب ہوگئے تھے۔

☆☆☆

مناب نے ایک بڑے برتن میں آٹھ کپ پانی میں چکن بریسٹ کے تین، چار قدرے بڑے پیس ڈال کر انہیں ابلنے کے لیے چولھے پر چڑھایا اور کچن کے کیبنٹ کھول کر دیکھنے لگی......ان میں کچن سے متعلق ہر چیز رکھی ہوئی دیکھ کر مناب مسکرا پڑی۔

''لگتا ہے چھوٹو بڑا اسٹکھڑ ہوگیا ہے......''اس نے کارن فلاور کا ڈبا نکال کر شیلف پر رکھا اور فریج سے دو انڈے اور سویٹ کارن کا ڈبا نکال کر شیلف پر رکھنے کے بعد خود cooking gloves چڑھا کر پانی میں ابلتے چکن کو کانٹے کی مدد سے چیک کرنے لگی......گوشت ابھی ٹھیک سے نہیں گلا تھا......مناب نے برتن کے اوپر دوبارہ ڈھکن رکھ دیا اور گلوز اتارنے کے بعد وہ پیالی میں انڈے توڑ کر پھینٹنے لگی۔ تقریباً آدھے گھنٹے میں وہ چکن کارن سوپ تیار کرچکی تھی، اس دوران اس نے سنک میں رکھے برتن بھی دھو ڈالے تھے......اب وہ ڈسٹر کی مدد سے کچن کی شیلف صاف کررہی تھی جب اسے اقصم کے روم سے ہلکے سے کھٹکے کی آواز سنائی دی تھی۔

مناب نے جلدی سے ڈسٹر مقررہ جگہ پر رکھا اور ہاتھ دھو کر اقصم کے روم میں آگئی۔
اقصم کروٹ بدل کر سائڈ ٹیبل پر پڑی پانی کی بوتل اٹھانے کی کوشش کررہا تھا جو اس کے پکڑنے کی کوشش میں نیچے کارپٹ پر گرگئی تھی۔ مناب تقریباً دوڑ کر اقصم کے قریب آئی تھی۔

''چھوٹو پانی چاہیے تمہیں......؟''
مناب کو اپنے سامنے اور اتنے قریب کھڑے فکرمند ہوتا دیکھ کر اقصم کئی لمحے بے یقینی سے اسے دیکھتا رہا۔
''کیا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں؟'' وہ مناب کو دیکھتے ہوئے جیسے خود سے بڑبڑاتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔
''یہ خواب نہیں ہے چھوٹو...... میں تمہارے پاس ہوں۔'' مناب اس کے قریب بیٹھتے ہوئے بولی۔
''اب کیسی طبیعت ہے تمہاری؟'' اس نے اقصم کا ماتھا چیک کیا......''تھینکس گاڈ تمہارا بخار پہلے سے کم ہوگیا ہے۔'' مناب نے اسے تسلی دی۔
''آپ آگئی ہیں اب میں یقیناً ٹھیک ہوجاؤں گا۔'' اقصم نے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔
''جب میں آئی تھی تو تمہیں بہت تیز بخار تھا۔''
''آپ کو کس نے بتایا کہ میں بیمار ہوں؟''
''مجھے ممانی نے بتایا تھا، وہ بہت پریشان ہورہی تھیں تمہارے لیے۔'' اقصم کا جی چاہا کہ وہ اس سے پوچھے۔

''کیا آپ میرے لیے پریشان ہوئی تھیں؟'' مگر وہ صرف سوچ کر رہ گیا تھا...... پوچھ نہیں پایا تھا۔
مناب اس سے عمر میں چار سال بڑی تھی۔ وہ تیئیس سال کا ایک نوجوان لڑکا تھا جبکہ وہ ستائیس سال کی ایک میچور لڑکی تھی۔ لڑکیاں تو ویسے بھی اٹھارہ بیس سال میں ہی میچور ہوجاتی ہیں۔ مناب نے اسے ہمیشہ ایک چھوٹے بھائی کی طرح ہی ڈیل کیا تھا......اور وہ بھی اپنے دل کی ہر بات صرف مناب سے ہی شیئر کیا کرتا تھا

اگر اسے گھر میں کسی شرارت پر ڈانٹ پڑ جایا کرتی تو وہ ناراض ہو کر ساجدہ پھپو کے گھر ڈیرے جمالیتا...... وجہ وہاں جانے کی صرف مناب ہی ہوا کرتی تھی...... ایشال کی اس سے لڑائی ہوتی تو وہ شکایتوں کے انبار لے کر مناب کے پاس ہی آیا کرتا تھا وہ اپنے دل کی تمام باتیں حتیٰ کہ اپنے اسکول، کالج کے دور میں گرل فرینڈز کی باتیں تک مناب سے شیئر کیا کرتا تھا...... بس ایک بات ایسی تھی جو وہ مناب سے کہنا چاہتا تھا مگر کہہ نہیں پاتا تھا۔

''بھوک لگی ہے چھوٹو......؟'' مناب کے سوال پر وہ صرف اثبات میں سر ہلا کر رہ گیا...... مناب اٹھ کر کچن میں آ گئی تھی...... اس نے ایک باؤل میں سوپ نکالا...... سوپ کا چمچ، نیپکن...... پانی کا گلاس...... اور سوس وغیرہ سب چیزیں اس نے ٹرے میں رکھیں اور اقصم کے روم میں چلی آئی۔ اس نے ٹرے ٹیبل پر رکھی اور خود اقصم کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

''چھوٹو چلو شاباش...... اچھے بچوں کی طرح ہمت کرو اور تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاؤ۔'' مناب نے اسے کندھوں سے پکڑ کر اٹھنے میں مدد دی۔ تین دن کے اس شدید بخار نے اقصم کو شدید نقاہت میں مبتلا کر دیا تھا۔

مناب نے دوسرے ہاتھ سے اس کے پیچھے تکیے سیٹ کیے...... اقصم کو اس کے کپڑوں سے اٹھنے والی burberry weekend perfume کی دلفریب مہک نے ایک بار پھر اس کی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا۔

اس کے سیاہ سلکی بال دونوں کندھوں پر بکھرے ہوئے تھے...... بڑی، بڑی سیاہ آنکھوں پر لمبی اور خمیدہ پلکوں نے اس کی آنکھوں کو مزید خوب صورتی بخش رکھی تھی۔ گلابی مائل سفیدی نے چہرے کو تازگی بخشی ہوئی تھی۔ گلابی ہونٹ اور نچلے ہونٹ کی دائیں جانب ٹھوڑی کے اوپر ایک چھوٹا سا سیاہ تل اس کے مسکراتے ہونٹوں کے ساتھ اسے مزید خوب صورت بنا دیتا تھا۔ وہ اسے دیکھتے، دیکھتے مبہوت ہو جاتا...... ولی کو اگر اس سے پہلی نظر میں محبت ہوئی تھی تو اسے ہونی بھی چاہیے تھی۔ اس میں کشش ہی کچھ ایسی تھی...... اور پھر وہ فطرتاً اتنی اچھی تھی کہ ہر کسی کو اپنا گرویدہ بنا لیتی تھی۔

اقصم بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ چکا تھا...... مناب بھی ٹرے اٹھا کر اس کے سامنے بیٹھ گئی تھی اس نے نیپکن اقصم کے آگے پھیلایا۔

''میرا حلق خشک ہو رہا ہے پہلے تھوڑا سا پانی پلا دیں۔''

مناب نے پانی کا گلاس اس کے لبوں سے لگایا، چند گھونٹ پینے کے بعد اس نے گلاس ہٹا دیا...... اب مناب سوپ کا باؤل لے کر اس کے سامنے بیٹھی...... کسی بچے کی طرح اسے سوپ پلانے لگی۔

''میرا فیورٹ سوپ اور وہ بھی اتنے مزے کا صرف آپ ہی بنا سکتی ہیں۔'' اقصم تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا۔

''تمہاری پسندیدہ چیزوں کی لسٹ ہمیشہ مجھے یاد رہتی ہے چھوٹو، میں نے تمہارے لیے ویسے بھی اتنی محنت اور پیار سے بنایا ہے مزے کا کیوں نہ بنتا۔''

''پلیز...... آپ مجھے چھوٹو نہ کہا کریں...... مجھے بہت عجیب سا لگتا ہے کیونکہ اب آپ کا چھوٹو، چھ فٹ دو انچ لمبا ہو چکا ہے۔'' اس کی آواز دھیمی تھی اور وہ دھیرے سے دل کی بات کہہ گیا تھا۔

مناب اس کی بات پر مسکرائی۔

''جس دن تم مجھے آپی کہنا شروع کرو گے، میں تمہیں چھوٹو کہنا چھوڑ دوں گی۔'' مناب مسکرائی۔

''آپ کہیں سے میری آپی نہیں دکھتیں تو میں آپ کو بھلا کیسے آپی کہوں؟'' وہ قدرے جھنجلایا۔

''بس بات تو پھر وہیں آ گئی ناں...... دیکھنے میں چاہے تمہاری آپی نہ بھی لگوں... رہوں گی تو تمہاری آپی ہی ناں......؟ قد میں تم چاہے جتنے بھی لمبے ہو جاؤ...... مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا...... میرے لیے تو تم چھوٹے بھائیوں جیسے ہو اور ہمیشہ میرے لیے چھوٹو ہی رہو گے۔'' اب اس کی بات پر اقصم کچھ نہیں بولا تھا...... بولنے کے لیے کچھ تھا بھی نہیں۔ اس کی بھوک یک دم ختم ہو گئی تھی...... دل جیسے بجھ گیا تھا۔

مناب نے سوپ سے بھرا چمچ اس کے لبوں سے لگایا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

''بس اور نہیں......''

''ارے، تھوڑا سا تو پیو ناں...... تمہارا فیورٹ سوپ ہے یہ...... اور ویسے بھی تمہیں ضرورت ہے اس کی۔'' مناب نے اصرار کیا۔

''میری فیورٹ تو آپ بھی ہیں، میری ضرورت تو آپ بھی ہیں......'' اقصم نے دل ہی دل میں سوچا۔

کبھی کبھی وقت انسان کی پسند اور ضرورت کو یک دم بدل کے رکھ دیتا ہے...... وہ پچھلے کئی مہینوں سے بہت سی باتوں کو دل ہی دل میں سوچتا رہتا تھا مگر ان کو اظہار کا پیراہن نہ دے پاتا۔ بس دل کی باتیں صرف دل ہی میں کر لیا کرتا تھا۔

''پلیز اور نہیں اس وقت بس اتنا ہی۔'' اقصم کے انکار کرنے پر مناب باؤل ٹرے میں رکھ کر کچن میں آ گئی۔ سوپ فریج میں رکھنے کے بعد وہ دوبارہ کمرے میں آئی تو وہ لیٹا چھت کو گھور رہا تھا۔

''کیا سوچ رہے ہو چھوٹو......؟''

''آپ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔''

''میرے بارے میں......؟'' مناب کو حیرت ہوئی۔

''یہی کہ آپ بہت اچھی ہیں...... میری بیماری کا سن کر فوراً میرے پاس چلی آئیں۔''

''ہاں، اچھی تو میں واقعی ہوں اور تمہیں پتا ہے تمہارے پاس یہاں آنے کے لیے میں نے اپنے خوب صورت ویک اینڈ کی قربانی دی ہے۔''

''کیسی قربانی......؟'' اقصم حیران ہوا۔

''کل ولی امریکا سے اپنی زری آپا کے ساتھ دو چار دن کے لیے انگلینڈ آ رہا تھا۔ وہ بہن، بھائی یہ ویک اینڈ میرے ساتھ گزارنا چاہتے تھے۔''

ولی کے ذکر پر اقصم کے دل میں ایک عجیب سا درد جاگ اٹھا تھا۔

''جب مجھے ممانی نے تمہاری طبیعت کا بتایا...... اور مجھے تمہارے پاس یہاں آنے کو کہا تو میں نے ولی کو یہاں آنے سے روک دیا...... اس سے ایکسکیوز کر لیا۔'' مناب کے لہجے میں افسوس تھا۔

''ولی بھائی کو غصہ تو آیا ہو گا اس بات پر؟''

''ہاں...... ایک دم سے اس کا موڈ آف ہو گیا تھا لیکن پھر میں نے اسے پیار سے سمجھایا اور وہ سمجھ گیا......''

مناب سائڈ ٹیبل سے میڈیسن اٹھا کر نکالنے لگی۔ "he is a wonderful man" مناب نے اس کی تعریف کی۔

''کاش...... کاش میں بھی سمجھ جاؤں کہ آپ میرے لیے نہیں بنی ہیں۔'' اقصم نے دکھ اور تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے سوچا۔

''اٹھو اقصم...... شاباش یہ میڈیسن کھا لو......'' مناب نے اپنی ہتھیلی پر رکھی میڈیسن اس کی جانب بڑھائی

...... وہ اقصم کا نام بہت کم لیا کرتی تھی...... مگر جب بھی لیتی تھی اقصم کو بہت خوشی ہوتی...... اقصم نے لحظہ بھر اسے دیکھا۔

وہ اتنی دبلی پتلی سی تھی، اس کے چہرے پر اتنی معصومیت تھی، اس کے مزاج میں اتنی سادگی تھی...... کہ وہ اقصم کی ایج فیلو ہی لگتی تھی...... مگر ان سب چیزوں کے علاوہ وہ ایک منگنی شدہ لڑکی تھی اور اپنے منگیتر ولی سے بہت محبت کرتی تھی...... عنقریب ان دونوں کی شادی ہونے والی تھی...... اقصم نے آہستہ سے اٹھ کر دوائی اس کے ہاتھ سے لے لی...... میڈیسن کھانے کے بعد وہ دوبارہ لیٹ گیا تھا۔

''میں اب بہتر فیل کر رہا ہوں...... پلیز اب آپ بھی سو جائیں۔''

''چھوٹو تم میری فکر مت کرو...... میں سو جاؤں گی۔'' مناب نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر تھپکی دی۔

''ایکسٹرا کمبل الماری کے نچلے کیبنٹ میں پڑا ہے، آپ اپنے لیے نکال لیں۔'' اقصم نے اطلاع دی۔

''او کے، ڈونٹ وری میں لے لیتی ہوں......'' مناب نے اس کی الماری کے نچلے کیبنٹ سے کمبل نکال لیا۔

''او کے چھوٹو...... میں باہر لاؤنج میں سو رہی ہوں، تمہیں رات میں اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو میرے سیل فون پر کال کر لینا۔'' مناب کمبل اٹھا کر کمرے سے باہر نکلتے ہوئے بولی۔

''ویسے مجھے بہت افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ کا ویک اینڈ خراب ہوا۔''

''اچھا اب بکومت...... بچپن سے لے کر آج تک اپنی ہر بات تم مجھ سے دھونس جما کر منواتے رہے ہو، اب ان فارمیلٹیز میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔'' مناب نے مصنوعی غصے سے اسے ڈپٹا۔

''آپ سچ کہہ رہی ہیں بچپن میں، میں آپ سے اپنی ہر بات منوالیا کرتا تھا بس ایک بات نہیں منوا سکا...... آپ کو خود سے محبت کرنے پر مجبور نہیں کر سکا......'' اقصم نے دل میں سوچا۔

''شاید آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں اینی وے...... آپ جا کر آرام کریں کافی ٹائم ہو گیا ہے...... او کے گڈ نائٹ...... !'' مناب نے اسے مسکرا کر دیکھا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

اس کے جانے کے بعد اقصم کو ایسے لگ رہا تھا جیسے اس کے کمرے کی تمام چیزیں کلرڈ سے بلیک اینڈ وائٹ ہو گئی ہوں۔

اقصم کی زندگی میں روز بروز لفظ ''کاش'' کے اضافے ہو رہے تھے وہ اکثر سوچا کرتا تھا کہ محبت کی گاڑی ہمیشہ ایک غلط راستے پر کیوں گامزن ہو جاتی ہے۔ یہ ہمیشہ غلط راستے کا ہی انتخاب کیوں کرتی ہے؟ جہاں بعض اوقات جگہ جگہ اس کو سگنل توڑنا پڑتے ہیں...... جہاں بھی اس گاڑی کے چالان ہوتے ہیں...... کبھی اس کی رفتار زیادہ ہوتی ہے کبھی کم اور کبھی اس کی بریکیں فیل ہو جاتی ہیں اور پھر بالآخر یہ گاڑی علاقۂ ممنوعہ میں جا گھستی ہے اور کتنی تباہی مچاتی ہے۔ کتنے رولز توڑتی ہے یہ آنے والا وقت بتاتا ہے...... اقصم کی محبت کی گاڑی بھی شاید اسی ایریے میں داخل ہونے والی تھی۔

اقصم نے کروٹ بدلی، ہاتھ بڑھا کر پانی کا گلاس اٹھایا اور ایک ہی سانس میں اس نے گلاس خالی کر دیا۔

☆☆☆

صبح دس بجے کا وقت تھا جب نور منزل کے تمام افراد ڈائننگ ٹیبل پر ناشتا کرنے میں مصروف تھے بٹلر اور پینو سب کو ناشتا سرو کر رہے تھے۔

''پینو جا کر دیکھو زارون ابھی تک ڈائننگ روم میں کیوں نہیں آیا؟ ناشتا ٹھنڈا ہو جائے گا۔'' سمیرا بیگم نے براؤن بریڈ پہ ڈائٹ جام لگاتے ہوئے پینو کو مخاطب کیا...... جب تو بیگم کو ایک باؤل میں کارن فلیکس ڈال کر دے

رہی تھی۔

''چھوٹی بیگم جی...... چھوٹے صاحب تو جی کافی دیر سے اس بھاگنے والی مشین پہ چڑھ کر تیز، تیز بھاگ رہے ہیں۔''

پینو کی اطلاع پہ ڈائننگ ٹیبل پر موجود تمام افراد مسکرا اٹھے۔

''پینو وہ بھاگنے والی مشین نہیں اسے ٹریڈ مل...... کہتے ہیں۔'' عنایہ نے اسے سمجھایا۔

''ہاں جی وہی......'' پینو نے گرم دودھ نور بیگم کے سامنے رکھا۔

''ہیلو ایوری باڈی......'' اسی دوران ٹریک سوٹ میں ملبوس زارون ڈائننگ روم میں داخل ہوا۔ اسے دیکھ کر عنایہ کی آنکھیں چمک اٹھیں اور لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی تھی...... زارون، عنایہ کے ساتھ خالی چیئر دیکھ کر اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔

''زارون بھائی، میرے برابر بھی ایک چیئر خالی تھی اِدھر آجاتے۔'' ایشال کا انداز چھیڑنے والا تھا۔

''کیوں بھئی، میں کیوں اُدھر بیٹھوں؟ اپنے ساتھ تم اپنے اُن کو بٹھانا...... میں اِدھر اپنی اُن کے ساتھ ہی ٹھیک ہوں......'' زارون کی بات پر ایشال کے ساتھ، ساتھ سب ہی مسکرا دیے۔

''اللہ میرے ان دونوں بچوں کی جوڑی سلامت رکھے۔'' نور بیگم نے زارون اور عنایہ کو خوش دیکھ کر دعا دی۔

''آمین...... اماں آپ کی دعاؤں نے ہی نور منزل کو ایک مکمل گھر بنا رکھا ہے۔'' سمیرا بیگم نے احتراماً نور بیگم کو دیکھتے ہوئے اعتراف کیا۔

''جی اماں...... سمیرا بالکل ٹھیک کہہ رہی ہے، آج کل کے دور میں ایسا سکون، ایسی راحت گھروں میں کہاں دیکھنے کو ملتی ہے...... جو ہمارے گھر کو نصیب ہے۔'' برابر والی چیئر پر بیٹھے داؤد چوہدری نے عقیدت سے اپنی اماں کو دیکھا۔

''جیتے رہو میرے بچو...... میں اپنے پروردگار کا جتنا بھی شکر ادا کروں وہ کم ہے جس نے مجھے اتنی نیک، فرمانبردار اولاد...... اور پیار، عزت اور احترام کرنے والے پوتے، پوتیاں...... نواسے، نواسی عطا کیے۔'' تشکر سے نور بیگم کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

''کم آن دادو...... آپ پلیز روئیں تو نہیں......'' زارون نے انرجی ڈرنک کی بوتل اٹھا کر لبوں سے لگائی۔

''میرے بچے، یہ تو خوشی کے آنسو ہیں......'' نور بیگم مسکرا دیں۔

''اسلم میرے لیے کافی بناؤ......'' داؤد چوہدری نے مؤدبانہ انداز میں قریب کھڑے بٹلر کو مخاطب کیا۔

''جی صاحب......!'' وہ حکم کی تعمیل کرنے لگا۔

''ایشو اب بس بھی کرو...... تم نان اسٹاپ کھا رہی ہو۔'' عنایہ نے اسے تیسرا سلائس اٹھاتے ہوئے دیکھ کر ڈپٹا۔

''کیا ہے یار......؟ خود تو سارا سال تم ڈائٹ پر رہتی ہو...... کم از کم میرے کھانے پینے پر نظر تو نہ رکھا کرو......'' ایشال نے برا منایا۔

''بھئی کوئی میری ایشو کو کھانے پینے سے نہ روکے......'' داؤد چوہدری مسکرائے۔

''بڑے پاپا دیکھیں تو...... کتنی موٹی ہو رہی ہے یہ۔'' عنایہ نے دہائی دی۔

''کہاں موٹی ہو رہی ہوں...... میرا ویٹ جسٹ ففٹی تھری کے جی ہی تو ہے۔''

''تو ففٹی تھری کون سا کم ہے تمہارا ویٹ جسٹ ففٹی ہونا چاہیے۔'' عنایہ نے اسے گھورا...... کیونکہ وہ خود ایک weight conscious لڑکی تھی۔ چیز آملیٹ ایشال کا فیورٹ آملیٹ تھا۔ وہ جب بھی

بنتا...... ایشال بڑی رغبت سے کھایا کرتی تھی...... ایشال ویسے بھی کھانے پینے کی شوقین تھی اسے بھوک بھی بہت لگتی تھی۔

''جس نے مجھے پسند کرنا ہوگا وہ مجھے ایسے ہی کرلے گا، اس لیے میں کیوں کسی مریض کی طرح اُبلی ہوئی سبزیاں کھاؤں۔'' ایشال نے بے پروائی سے شانے اچکائے۔

''ویسے ایشو تمہارے بارے میں عمر بھائی بالکل ٹھیک ہی کہتے ہیں...... تمہیں دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ تم ایم بی بی ایس ہو...... بالکل اسٹوپڈ لگتی ہو شکل سے بھی عقل سے بھی۔''

''ایم بی بی ایس تو میں نے صرف مما اور بابا کی خواہش پوری کرنے کے لیے کیا ہے اگر میرے پاس چوائس ہوتی تو میں مرکر بھی کم از کم ڈاکٹر کبھی نہ بنتی۔'' ایشال کا موڈ ہنوز خراب تھا...... دونوں بہنوں کی نوک جھوک سے سب ہی محظوظ ہورہے تھے۔

''ارے ہاں عمر کے ذکر سے یاد آیا...... ایشو بیٹا تمہارا ہاؤس جاب مکمل ہوگیا ہے۔ میں نے عمر سے تمہارے لیے بات کی تھی...... تم کچھ عرصہ عمر کے اسپتال میں اس کے ساتھ پریکٹس کرلو اور ویسے بھی تمہیں مستقبل میں child specialist ہی تو بننا ہے...... اس حساب سے تمہیں عمر سے بہت کچھ سیکھنے کو ملے گا۔'' داؤد چوہدری کی بات پر ایشال کی بھوک ختم ہوگئی تھی اور منہ پر بارہ بج گئے تھے۔

ایشال کے انداز پر زارون اور عنایہ نے ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا۔

داؤد چوہدری نے تو جیسے ایشال کی دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

''بڑے پاپا، آپ کے پاس مجھے اس سے بڑی سزا سنانے کے لیے نہیں تھی کہ میں عمر بھائی کے ساتھ رہ کر ان کے ساتھ پریکٹس کروں؟'' ایشال کا لہجہ روہانسا ہوا۔

زارون، اپنے ساتھ بیٹھی عنایہ کو آنکھ مار کر داؤد چوہدری سے مخاطب ہوا۔

''چچ، چچ، چچ...... پاپا آپ نے ویسے ایشو کے ساتھ بڑا ظلم کیا ہے...... چلو اسی بہانے عمر بھائی کے ساتھ رہ کر ان کی ڈانٹ سن، سن کر تمہارا وزن بھی کم ہوجائے گا۔''

''تم سلم بھی ہوجاؤ گی......'' زارون کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے عنایہ نے بھی اسے زچ کیا۔

''بھئی میں نے ایسا کون سا ظلم کردیا ہے، میں نے تو ایشال کے برائٹ فیوچر کو مدِنظر رکھتے ہوئے عمر سے بات کی تھی۔'' داؤد چوہدری کافی پیتے ہوئے مسکرائے۔

''بڑے پاپا عمر بھائی کے علاوہ بھی اس شہر میں بہت سے چائلڈ اسپیشلسٹ ڈاکٹرز موجود ہیں۔'' ایشال نے ہنوز افسردگی سے کہا۔

''مگر ایشو میری جان...... عمر کا اس وقت شہر کے قابل ترین اور فیمس (مشہور) consultant paediatrician میں شمار ہوتا ہے...... تم اس کے ساتھ ایز اے جونیئر کام کروگی تو اس سے بہت کچھ سیکھنے کو ملے گا تمہیں۔'' سمیرا بیگم نے بھی اسے پیار سے سمجھایا۔

''ایشال میری بچی...... داؤد اور سمیرا ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ عمر تمہارا پھوپھی زاد بھائی ہے آخر کسی نہ کسی اسپتال میں کسی نہ کسی ڈاکٹر کے ساتھ تم نے کام تو کرنا ہی ہے ناں...... عمر تو پھر گھر کا بچہ ہے۔ بہت نیک اور فرمانبردار بھی۔'' نور بیگم نے بھی اسے پیار سے سمجھایا۔ ''اور اس میں فائدہ بھی صرف تمہارا ہی ہے۔''

''دادو عمر بھائی نیک ہوں...... فرمانبردار ہوں...... قابل ہوں یا فیمس...... اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا...... میرے لیے تو ہمیشہ وہ ہٹلر اور ہلاکو خان ثابت ہوئے ہیں۔'' ایشال کے لہجے اور انداز پر ڈائننگ ٹیبل پر موجود تمام

افراد ہنس دیے تھے۔

☆☆☆

کمرے میں بیڈ کے دونوں اطراف رکھے لیمپ روشن تھے۔ وہ رات کا کوئی پچھلا پہر تھا جب ایک دم سے اسے اپنا حلق خشک ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اقصم نے نیم وا آنکھوں سے وال کلاک کو دیکھا...... صبح کے چار بج رہے تھے...... اقصم نے خود پر لیا ہوا کمبل اتار کر ایک سائڈ پر پھینکا...... اسے پیاس کے ساتھ گرمی بھی لگ رہی تھی...... ایسا یقیناً اسے بخار اترنے کی وجہ سے محسوس ہوا تھا۔ اس نے سائڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھا کر مناب کو کال کرنی چاہی مگر پھر پُرسوچ انداز میں اس نے موبائل واپس تکیے کے نیچے رکھ دیا اور بیڈ پر چت لیٹا چھت کو گھورنے لگا...... پانچ، چھ گھنٹے پہلے مناب کے ساتھ گزرے لمحات، اس کی نظروں کے سامنے ری وائنڈ ہو رہے تھے...... جب پیاس کی شدت زیادہ بڑھی تو وہ ہمت کر کے بیڈ سے اٹھ گیا...... پہلے اقصم نے روم کی ہیٹنگ کم کی اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا...... اب وہ خود کو پہلے سے بہتر محسوس کر رہا تھا...... مناب لاؤنج کے صوفے پر گردن تک کمبل تانے گہری نیند سو رہی تھی۔ وہ بے آواز چلتا ہوا کچن میں گیا...... صاف اور چمکتا ہوا کچن دیکھ کر وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔ فریج سے پانی کی بوتل نکال کر وہ دوبارہ لاؤنج میں آ گیا...... اور احتیاط سے مناب کے قریب رکھے صوفے پر بیٹھ کر پانی پینے لگا۔ اس کی نظریں سوئی ہوئی مناب پر مرکوز تھیں...... بے اختیار اس کا جی چاہا کہ وہ اس کے سیاہ بکھرے سلکی بالوں میں دھیرے، دھیرے انگلیاں پھیرے، ہیٹر کی حدت سے اس کے پنک ہوتے رخسار کو اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے چھوئے...... اس کی ٹھوڑی کے دائیں جانب بنے سیاہ تل کو...... اس کے پاس اس کے بے حد قریب بیٹھ کر فرصت سے دیکھتا رہے۔ اس کا ایک ہاتھ کمبل سے باہر نکلا ہوا تھا...... اس کا جی چاہا کہ وہ اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے لے...... ایسی چھوٹی، چھوٹی بہت سی خواہشیں تھیں جو اس کے پاگل دل میں سر اٹھانے لگی تھیں۔

اچانک اس کی نظر اس کے ہاتھ کی اس انگلی پر پڑی جس میں ولی کے نام کی ڈائمنڈ رِنگ جگمگا رہی تھی...... انگوٹھی دیکھ کر اس کا دل بجھ گیا...... اب مناب کے سامنے بیٹھنا اس کے لیے دشوار ہو گیا تھا۔ وہ شکست خوردہ سا اٹھ کر اپنے روم میں آ گیا...... اس کا دل درد سے بھر گیا۔

راہِ محبت میں عجب سا ہوا ہے حال اپنا
نہ زخم نظر آتا ہے نہ درد سہا جاتا ہے

دل اتنا بے چین اور بے بس ہو گیا کہ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے...... محبت ایک آسیب کی طرح اسے چمٹ گئی تھی...... وہ تھک گیا تھا محبت کے عذاب کو دل پر سہتے، سہتے...... اسے لگتا جیسے وہ کسی جنگل میں جا گھسا تھا...... جہاں اسے واپسی کا راستہ نہیں مل رہا تھا...... وہ بھٹک رہا تھا۔

وہ میرا سب کچھ ہے میرا مقدر نہیں
کاش وہ میرا کچھ نہ ہوتا میرا مقدر ہوتا

پتا نہیں یہ اقصم کے اندر کی بے بسی تھی، دکھ تھا یا غصہ...... اس نے پانی کی بوتل نیچے دے ماری...... کارپٹ پر بوتل گرنے سے شور ضرور اٹھا تھا لاؤنج میں سوئی مناب، اقصم کے روم سے آنے والی آواز سن کر اٹھ گئی تھی اس نے بے اختیار اپنا سیل فون اٹھا کر دیکھا اقصم کی کوئی بھی مسڈ کال نہیں تھی۔ مناب کمبل ہٹا کر اٹھ گئی۔ کھلے بالوں کو جوڑے کی شکل میں لپیٹا...... وہ جینز پر ریڈ شرٹ پہنے ہوئی تھی اس نے قریب رکھی اپنی گرم شال اپنے گرد لپیٹی اور اقصم کے روم میں چلی آئی۔

''چھوٹو آر یو او کے......؟'' وہ فکر مندی سے آگے بڑھی۔ وہ اقصم کے پاس آکر بیڈ پر بیٹھ گئی۔
''چھوٹو...... تم ٹھیک تو ہو؟'' مناب نے فکر مندی سے اس کی سرخ ہوتی آنکھوں اور پریشان چہرے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔
''میں ٹھیک ہوں...... آپ پلیز جائیں یہاں سے۔'' اقصم نے نظریں چرائیں۔
''نہیں، تم مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے ہو...... کیا بات ہے چھوٹو......؟''
''کچھ بھی نہیں، آپ ایسے ہی پریشان ہو رہی ہیں۔'' مناب نے اس کا بخار چیک کیا۔
''شکر ہے تمہارا بخار اب اتر گیا ہے۔''
اقصم خاموش رہا۔
''کچھ چاہیے تمہیں......؟'' مناب کے سوال پر وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا۔
''اقصم بولو ناں...... میں تم سے پوچھ رہی ہوں...... کچھ کھانا ہے تو بتاؤ میں لا دیتی ہوں۔''
''نہیں، مجھے کچھ نہیں کھانا میں اب سوؤں گا۔''

''شیور؟''
''یس......''
''او کے ایز یو وش......'' مناب کمرے سے باہر نکل گئی۔
اور اقصم نے اپنا بوجھل سر تکیے پر گرا لیا تھا۔

☆☆☆

آج اتوار کا دن تھا جب سارہ سو کر اٹھی تو اچھا خاصا دن چڑھ آیا تھا...... سارہ بال سمیٹ کر چپل پہنے کمرے سے نکلی تو زویا نے صحن میں واشنگ مشین لگا رکھی تھی۔
سیما بیگم کچن میں ناشتا بنا رہی تھیں...... ان کے قریب ہی چوکی پر بیٹھے شاکر حسین ناشتا کرنے میں مصروف تھے...... اسی اثنا میں باتھ روم کا دروازہ کھلا تھا اور اٹھارہ انیس سال کا گلو بالوں میں تولیا رگڑتے ہوئے باہر نکلا۔
''اماں ناشتا بن گیا میرا......؟'' تولیا چارپائی پر پھینک کر وہ کچن کی جانب آیا۔
''بن گیا ہے آکر کھالے......'' سیما بیگم کی کچن سے آواز آئی۔
''آپی آپ رہنے دیتیں، میں خود مشین لگا لیتی۔'' سارہ اس کے قریب آئی۔
''ارے کوئی بات نہیں، آج صبح میری جلدی آنکھ کھل گئی تھی۔ میں نے مشین لگا لی۔ دیکھو بس تھوڑے سے کپڑے رہ گئے ہیں۔'' زویا نے تار پر پھیلے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔
''آپی میں نہا کر ابھی آئی پھر مل کر ناشتا کرتے ہیں......''
''ٹھیک ہے......'' کپڑے نتھارتی زویا نے بہن کو مسکرا کر دیکھا۔
سارہ باتھ روم میں گھس گئی تھی۔
آج پھر روٹی کے ساتھ اچار ہے؟ رات کا سالن نہیں بچا......؟ یا انڈا ہی بنا دو......'' گلو نے روٹی والی چنگیری اور اچار غصے میں پرے کھسکا دیا۔
''روٹی کھانی ہے تو اسی سے کھالے...... نہ سالن ہے نہ انڈا......'' سیما بیگم نے توے پر روٹی ڈالتے ہوئے اطلاع دی۔
''اس گھر میں آج تک ڈھنگ کی روٹی کھانا نصیب نہیں ہوئی...... مجھے نہیں کرنا ایسا بے سوادا ناشتا......''

''تو لے آ حلوا پوریاں...... کیوں کھیلتا ہے سارا دن تاش...... کیوں کرتا ہے آوارہ گردی...... کماتا کیوں نہیں؟'' سیما بیگم کو غصہ آ گیا۔

''کما لوں گا اماں...... مجھے کمائی کے طعنے نہ دیا کر...... جس دن میں نے کمائی شروع کی ناں...... تیرا یہ رویہ نہیں رہے گا میرے ساتھ...... تو خود مجھ سے پوچھے گی...... بتا گلو میں آج تیرے لیے کیا بناؤں؟''

''ارے وہ دن تو آئے جس دن تو کمائی کر کے ہمیں کھلائے گا۔'' سیما بیگم کا غصہ ہنوز برقرار تھا۔

''ابا مجھے ایک ہزار چاہئیں...... ادھار ہی دے، دے واپس کر دوں گا تجھے۔''

''تمہیں پتا ہے گلو یہ مہینے کی آخری تاریخیں چل رہی ہیں...... ان دنوں گھر کی دال روٹی چلانا مشکل ہو جاتا ہے، میں تمہیں کہاں سے دوں ایک ہزار روپیہ......؟'' شاکر صاحب کے لہجے میں بے بسی تھی، مجبوریاں پنہاں تھیں۔

''بس ابا تجھ سے تو کچھ مانگنا ہی فضول ہے، بارہ مہینے تو کنگال ہی رہتا ہے۔'' گلو ناشتا چھوڑ کر اب زبان درازی پر اتر آیا تھا۔

زویا اس کا اندازِ بدتمیزی دیکھ کر پانی کا نل بند کر کے کچن کی طرف آ گئی۔

''گلو شرم کرو، یہ کس لہجے میں تم اماں اور ابا سے بات کر رہے ہو؟''

''تو اور کس لہجے میں بات کروں......؟ جب دیکھو پھوٹی کوڑی نہیں ہوتی تم لوگوں کے پاس......'' گلو کے لہجے میں نفرت تھی، بے پناہ غصہ تھا۔

''تو تمہارے جوئے کھیلنے کے لیے ہم کہاں سے لائیں اتنی بڑی، بڑی رقمیں......؟ کوئی ٹکسیاں نہیں لگا رکھی ہم نے پیسوں کی...... ابا کی پنشن اور ہم دونوں بہنوں کی کمائی سے جس طرح ہم خواہشوں کو مار، مار کر زندگی گزار رہے ہیں یہ صرف ہم ہی جانتے ہیں...... تم اتنے غیرت مند ہوتے تو اماں، ابا کو کما کر دیتے۔ ہم سب کی زندگی اتنی مشکل نہیں ہوتی جتنی آج ہم گزار رہے ہیں۔'' زویا نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

''تو میں کہاں سے نوٹ کما کر لاؤں؟ یہاں ایم بی اے اور ماسٹرز کرنے والے نوکریوں کے لیے دھکے کھا رہے ہیں، مجھ میٹرک پاس کو کون نوکری دے گا۔''

''جن بیٹوں نے اپنے والدین کے لیے اور جن بھائیوں نے اپنی بہنوں کے لیے کمانا ہوتا ہے ناں تو وہ تمہاری طرح کام چور...... بہانے باز اور جوئے باز نہیں ہوتے...... تمہیں تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرنا چاہیے...... جوان جہان ہٹا کٹا ہو کر ماں، باپ کو پیسے کما کر دینے کے بجائے ان سے ہتھیانے کی کوشش کرتا ہے۔ نالائق کہیں کا۔'' زویا نے گلو کو بری طرح سے ڈپٹا۔

''بس، بس آپی...... اپنی عزت اپنے ہاتھ میں...... تو اسکول میں بچوں کی استانی ہے انہی کو یہ سبق پڑھایا کر میری استانی بننے کی ضرورت نہیں ہے تجھے......''

''گلو میں کہہ رہا ہوں زبان سنبھال کر بات کر، یہ نہ ہو میرا ہاتھ اٹھ جائے تجھ پر......'' شاکر صاحب جو اتنی دیر سے اس کی بکواس سن کر برداشت کر رہے تھے پھٹ پڑے۔

''آج تیری بہن سارہ کو دیکھنے کچھ لوگ آ رہے ہیں...... تیری جگہ کوئی اور بھائی ہوتا تو نہ جانے وہ مہمانوں کی خاطر خدمت کے لیے کیا، کیا لے کر آتا۔ ایک تو ہے جو ہمیں کما کر دینے کے بجائے ہم سے چوبیس گھنٹے چھینا جھپٹی میں مصروف رہتا ہے۔'' سیما بیگم نے روٹی توے سے اتار کر چنگیری میں رکھی اور چولہا بند کرتے ہوئے گلو سے مخاطب ہوئیں۔

''اماں سیدھی طرح سے مجھے کہہ دے کہ میں اس گھر سے نکل جاؤں...... میری تو ویسے بھی اس گھر میں

دو ٹکے کی عزت ہے...... اور عزت ہو بھی کیسے؟ آج کل عزت صرف پیسوں والوں کی ہے آج اگر میں کماؤ ہوتا...... نوٹ کما، کما کر تم لوگوں کو دیتا تو تبھی لوگوں نے میرے آگے پیچھے پھرنا تھا۔''

''ارے چل جا دفع ہو جا...... تجھے کمانے کا اتنا شوق ہوتا تو آج تو کہیں مزدوری کر رہا ہوتا...... کہیں چوکیداری کر لیتا...... کسی ہوٹل میں ویٹر لگ جاتا...... کسی فیکٹری میں کام کر رہا ہوتا...... کہیں رکشا چلا لیتا مگر تجھے تو اپنے اس نکھٹو بہنوئی خالد کی طرح کام کرنے اور کمانے کی عادت ہی نہیں ہے۔'' سیما بیگم کو آج گلو پہ کچھ زیادہ ہی غصہ آ رہا تھا۔

''اماں رہنے دیں، یہ بے حس انسان ہے، اس سے بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، کام کا نہ کاج کا دشمن اناج کا......'' زویا کا غصہ بھی اسی طرح برقرار تھا۔

''بس بہت ہو گئی میری بے عزتی...... بہت دے لیے تم سب نے مجھے طعنے...... جا رہا ہوں میں اس گھر سے اور اب اس وقت تک گھر نہیں آؤں گا جب تک میری جیب بھی نوٹوں سے بھر نہیں جاتی۔'' گلو غصے میں بکتا جھکتا دھڑ سے دروازہ پٹخ کر باہر نکل گیا تھا...... کچن میں موجود تینوں نفوس خاموش ہو چکے تھے ان کے پاس کہنے کو کچھ تھا بھی نہیں۔ کبھی، کبھی اندر کی خاموشی لبوں کو ایسے ہی سی دیتی ہے...... اور پھر وہ خاموشی ایک نہ نظر آنے والے دکھ کا روپ دھار کر اندر ہی اندر انسان کو کاٹنے لگتی ہے، مارنے لگتی ہے، دیمک کی طرح کھانے لگتی ہے...... سارہ باتھ روم سے نکلتے ہوئے سوچ رہی تھی...... جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا...... ایسا کوئی دن نہیں گزرتا تھا جس دن ان کے گھر میں لڑائی نہ ہوتی ہو...... پہلے ہمیشہ گھر میں لڑائی سیما بیگم کی وجہ سے ہوا کرتی تھی اب سیما بیگم کے ساتھ گلو بھی شامل ہو گیا تھا۔

☆☆☆

اقصم کی صبح جب آنکھ کھلی تو دس بج رہے تھے، شدید بھوک کے احساس نے جلد ہی اسے بستر چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا...... شاور لینے کے بعد وہ ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس باہر نکلا تو خود کو فریش محسوس کیا۔

مناب رات والے حلیے میں بغیر کسی شال یا مفلر کے vacuum cleaner سے لاؤنج صاف کر رہی تھی...... اس نے اپنے بالوں کو اونچی سی پونی میں جکڑ رکھا تھا...... اپنی شرٹ کے بازو اس نے فولڈ کر کے کہنیوں تک چڑھا رکھے تھے اور وہ پورے انہماک سے گھر کی صفائی میں مصروف تھی۔

اقصم اسے ماسیوں والے حلیے میں دیکھ کر بے اختیار مسکرایا تھا۔ وہ لابی سے لاؤنج میں آیا۔

''گڈ مارننگ......!''

''ویری گڈ مارننگ......'' مناب نے اسے مسکرا کر دیکھا۔

''چھوٹو اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟''

''پہلے سے بہتر فیل کر رہا ہوں......'' اقصم صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''شکر خدا کا اب تم بہتر ہو...... صبح ممانی کی کال آئی تھی، وہ تمہارا بہت پوچھ رہی تھیں...... میں نے انہیں بتایا ہے کہ اب چھوٹو کے لیے انہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں اس کے پاس ہوں۔'' مناب نے ویکیوم کلینر رکھنے کے بعد صوفے سے اپنی شال اٹھا کر کندھے پر ڈالی۔

''مما تو بس خواہ مخواہ چھوٹی، چھوٹی باتوں پر پریشان ہو جاتی ہیں۔''

''ماں کی محبت ہوتی ہی بڑی عجیب ہے چھوٹو...... نہ سمجھ میں آنے والی...... اینی وے میں نے تمہارے لیے پاستا بنایا ہے اور رات والا سوپ بھی رکھا ہے...... یہ بتاؤ ناشتے میں کیا لو گے؟''

''پاستا میں لنچ میں لوں گا...... ابھی مجھے گرم دودھ میں کارن فلیکس لادیں۔''

''اوکے، میں ابھی لائی......'' مناب کچن کی طرف بڑھ گئی۔

اقصم نے ریموٹ اٹھا کر ایل ای ڈی آن کی۔ تھوڑی دیر کے بعد مناب اسے سرو کررہی تھی۔

''تھینکس......'' اقصم نے دھیرے سے مسکراتے ہوئے شکریہ ادا کیا۔

''مجھے تمہارے تھینکس کی ضرورت نہیں ہے، اپنا تھینکس اپنے پاس رکھو......'' مناب خوشگوار موڈ میں قریب ہی سنگل صوفے پر آبیٹھی تھی۔

''کیا میں اکیلے ناشتا کروں گا؟''

''ایکچوئیلی میں ناشتا کر چکی ہوں...... اب ایسا ہے کہ تم ناشتا کرو، میں شاور لے لوں...... بعد میں مل کر کافی پئیں گے۔'' مناب اپنے بیگ سے سوٹ اور ٹاول نکالنے لگی۔

اقصم کارن فلیکس کھاتے ہوئے چینل سرچنگ کررہا تھا۔

مناب، اقصم کے روم کی طرف بڑھ گئی تھی......

کارن فلیکس کھانے کے بعد اقصم نے برتن کچن کی شیلف پر رکھے اور کچن کی صفائی دیکھ کر مسکرادیا...... ہر چیز اپنے ٹھکانے پر بڑے طریقے سے رکھی ہوئی تھی۔ ڈائننگ ٹیبل بھی صاف کی گئی تھی اور یقیناً کچن کا فرش بھی صاف کیا گیا تھا۔

وہ تھی بھی بہت صفائی پسند...... اقصم کی دونوں کزنز ایشال اور عنایہ نے کبھی کچن میں جھانکنا بھی گوارا نہیں کیا تھا اور مناب اپنی ماں ساجدہ بیگم کی طرح ویل ایجوکیٹڈ ہونے کے باوجود گھر گرہستی میں بہت دلچسپی رکھتی تھی۔ مناب نے ایک ہی دن میں اس کے اپارٹمنٹ کا نقشہ بدل کر رکھ دیا تھا۔ یک دم اسے ولی سے حسد محسوس ہونے لگا تھا۔ بلاشبہ وہ دنیا کا خوش نصیب مرد تھا جسے مناب جیسی لڑکی کا ساتھ ملنے والا تھا...... انہی سوچوں میں گم وہ دوبارہ لاؤنج میں بیٹھا غائب دماغی سے ٹی وی دیکھ رہا تھا...... اچانک اسے خیال آیا کہ اس نے میڈیسن نہیں کھائی تھی۔

اقصم اٹھ کر اپنے روم کی طرف آگیا اور بند دروازے کو ناک کرنے لگا۔

''یس کم آن......'' مناب کی آواز سن کر وہ اندر آگیا تھا۔

مناب آئینے کے سامنے کھڑی اپنے گیلے بالوں کو ہیر ڈرائیر سے خشک کررہی تھی اس نے بلیک ٹائٹس اور گرین لانگ کشمیری شرٹ پہن رکھی تھی...... اس کے اوپر مناب نے بلیک کلر کا لانگ اپر پہن رکھا تھا۔

''وہ میں...... میڈیسن لینے آیا تھا......'' اقصم نظریں چرا کر سائڈ ٹیبل کی جانب بڑھ گیا اور میڈیسن اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

مناب بھی روم سے نکل کر کچن میں آگئی تھی...... اس کے بال پشت پر بکھرے ہوئے تھے۔ ایشال اور عنایہ نے بالوں کو ڈائی کروانے کے ساتھ، ساتھ hair rebonding بھی کروا رکھی تھی...... وہ دونوں باقاعدگی سے پارلر جایا کرتی تھیں...... مگر وہ ان تمام خرافات سے ہمیشہ دور ہی رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک عجیب سی ملاحت تھی...... شاید یہ اس کے اندر کی خوب صورتی تھی جو اس کی ظاہری شخصیت میں بھی نظر آتی تھی۔ مناب کافی بنارہی تھی اور وہ ہاتھ میں پانی کی بوتل پکڑے کھڑا تھا۔

''تم نے میڈیسن کھالی؟''

''ہوں......''

''تم ریسٹ کرو...... زیادہ چلو پھرو نہیں...... میں کافی بنا کر لاتی ہوں۔'' اقصم خاموشی سے لاؤنج میں

آ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد مناب کافی کے مگ اور ڈرائی فروٹ کی پلیٹ لیے لاؤنج میں آ گئی۔ مناب نے کافی کا مگ اس کی طرف بڑھایا اور اس کے قریب ہی سنگل صوفے پر بیٹھ گئی۔

''چھوٹو تم نے ڈرنک کب سے شروع کر دی؟'' مناب نے اس کے کمرے میں اس ممنوعہ مشروب کی بوتل دیکھ لی تھی' اب وہ نہایت سنجیدگی سے اس کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ گو کہ ان کی ہائی کلاس اور یہاں کے ماحول میں یہ سب ایک عام سی بات تھی مگر وہ جانتی تھی اقصم نے کبھی اس چیز کو نہیں چھوا، ہاتھ نہیں لگایا تھا مگر اب بوتل دیکھ کر از حد حیرت ہوئی تھی۔

اقصم اس غیر متوقع سوال پر گڑبڑا گیا تھا۔ اور اب نظریں چرانے لگا تھا۔

''چھوٹو میں کچھ پوچھ رہی ہوں تم سے...... کب سے پی رہے ہو؟''

''جب سے آپ سے محبت ہوئی ہے۔'' وہ باوجود کوشش کے کہہ نہ پایا۔

''تقریباً ڈیڑھ دو سال سے ...مگر میں ریگولر نہیں پیتا، بس کبھی کبھار......'' اس نے شرمندہ لہجے میں جواب دیا۔

''تمہیں نفرت تھی ان چیزوں سے...... پھر ایسی کیا وجہ ہوئی کہ تم پینے پر مجبور ہو گئے۔'' وہ کافی کے سپ لے رہی تھی مگر اس کا انداز اسی طرح سنجیدگی لیے ہوئے تھا۔

''زیادہ نہیں پیتا...... بس ایسے ہی کبھی کبھار پی لیتا ہوں۔'' اقصم نے نظریں نیچی کرتے ہوئے اعتراف کیا۔

''ویسے چھوٹو میں جب سے انگلینڈ آئی ہوں، تم سے مسلسل رابطے میں رہنے کی وجہ سے میں نے محسوس کیا ہے...... تم اب پہلے والے اقصم نہیں رہے...... کچھ بدل سے گئے ہو......'' اس کا انداز اب بھی تفتیشی افسر جیسا تھا۔

''وقت کے ساتھ انسان بدل جاتا ہے ساری زندگی بندہ ایک جیسا تھوڑی رہتا ہے۔''

''ہاں وقت انسان کو بدل دیتا ہے مگر تمہاری عمر کے لڑکوں کو اتنی جلدی نہیں بدلتا...... تئیس، چوبیس سال کے لڑکوں کی بہت سی گرل فرینڈز ہوتی ہیں، بہت سی نیٹ فرینڈز ہوتی ہیں...... تمہیں یاد ہے چھوٹو...... پاکستان میں تمہاری کتنی گرل فرینڈز ہوا کرتی تھیں...... جنہیں پٹانے کے طریقے تم مجھ سے پوچھنے آیا کرتے تھے۔''

''اور آپ ہمیشہ مجھے ایسی باتوں پر ڈانٹا کرتی تھیں۔'' اقصم مسکرایا۔

''اور ان دنوں میری ڈانٹ کا تم پر کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔'' مناب نے ہنستے ہوئے کافی کا مگ ٹیبل پر رکھا۔

''ہوں...... مگر ان سب کو میں پاکستان چھوڑ آیا تھا...... یہاں میری فرینڈز ضرور ہیں مگر گرل فرینڈ کوئی نہیں ہے۔''

''امپاسبل...... لڑکیاں تم پر مرا کرتی تھیں اور یقیناً اب بھی فدا ہوتی ہوں گی۔''

''بلیومی...... میں سچ کہہ رہا ہوں' میری کوئی گرل فرینڈ نہیں ہے۔'' اقصم مسکرایا۔

''جھوٹ...... جھوٹ اور بالکل جھوٹ...... اپنے ملک میں اتنی رنگین لائف گزارنے والا انگلینڈ جیسے ملک میں اتنی بورنگ لائف کیسے گزار سکتا ہے؟ اب تو ہمارا ملک بھی بہت ایڈوانس ہو چکا ہے...... تمہیں یاد ہے پی سی میں saturday night special تم نے کبھی مس نہیں کی تھی۔''

''ہاں' یاد ہے مجھے......'' اس نے کافی کا مگ ٹیبل پر رکھتے ہوئے مسکرا کر اعتراف کیا۔

''اگر پرانی باتیں یاد ہیں تو نئی باتیں کیوں بھول رہے ہو؟''

''کیا مطلب......؟''

''تم اچھی طرح سے جانتے ہو...... میں نے تم سے ایک سوال کیا تھا' تم نے ابھی تک مجھے اس کا جواب نہیں دیا؟''

''کچھ باتوں کے جواب نہیں مانگا کرتے۔''

''مگر کچھ باتوں کا جواب لینا ضروری ہوتا ہے۔''

''زندگی میں بہت ساری چیزیں غیر ضروری بھی تو ہوتی ہیں۔مگر وہ زندگی میں شامل ہوتی ہیں۔آپ بھی میری زندگی میں اسے ایک غیر ضروری چیز ہی سمجھ لیں۔بس یہ شامل ہوگئی ہے میری زندگی میں۔''

''غیر ضروری چیزوں کو ضروری سمجھ لینا بھی تو اچھی بات نہیں ناں......''

اب کے اقصم اس کی بات کے جواب میں خاموش رہا تھا۔

''چھوڑ نہیں سکتے تم اس حرام چیز کو......؟''

''کس کے لیے چھوڑوں......؟''

''جس کے لیے پینی شروع کی ہے۔''

مناب کی بات پر وہ کتنے ہی لمحے اسے خاموشی سے دیکھتا رہا تھا اس کا دل چیخ، چیخ کر دہائی دینے لگا تھا۔

تجھے عشق ہو خدا کرے
کوئی تجھ کو اس سے جدا کرے
تیرے ہونٹ ہنسنا بھول جائیں
تیری آنکھ پُرنم رہا کرے
تجھے ہجر کی ایسی جھڑی لگے
تو ملن کی ہر پل دعا کرے
تجھے عشق ہو پھر یقین ہو
اسے تسبیحوں پہ پڑھا کرے
میں کہوں کہ عشق ڈھونگ ہے
تو نہیں نہیں کہا کرے
تجھے عشق ہو خدا کرے

اسی اثنا میں مناب کے موبائل کی بیپ بجی......مناب نے ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا......اور اسکرین پر جگمگانے والا نمبر دیکھ کر اس کے لبوں پر ایک دلفریب سی مسکراہٹ جاگ اٹھی تھی۔

''ایکسکیوزمی......ولی کی کال ہے......'' مناب معذرت کرتی وہاں سے اٹھ گئی تھی......لاؤنج میں بیٹھے اقصم کو یوں لگا تھا جیسے وہ بھرے مجمع میں بالکل تنہا ہوگیا ہو......اس عشق نے اسے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔روز اسے بے بس کر کے ذلیل وخوار کرتا تھا......کبھی اس کی حالت پر روتا کبھی اس کی مجبوریوں پر ہنستا......کبھی اسے دلاسے دیتا اور کبھی اس کی حالت پر افسوس کرتا......کبھی اس کا دشمن بن کر اسے ذلیل وخوار کرتا اور کبھی ایک دوست بن کر اس سے ہمدردی کرتا......وہ اس پنڈولم میں پھنس کر رہ گیا تھا......کہیں کوئی راہِ فرار نظر نہ آتی۔وہ مناب پر مرتا تھا......اس کے لیے دل میں جو عشق کی آگ بھڑک رہی تھی۔رفتہ رفتہ اقصم کو وہ جلانے لگی تھی۔

☆☆☆

عنایہ جب سو کر اٹھی تو شام اپنے پنکھ پھیلائے سورج کی کرنوں کو اپنی گود میں چھپا رہی تھی۔ایشال اپنی بچپن کی فرینڈ علینہ کی طرف گئی ہوئی تھی۔سمیرا بیگم کا بھی سوشل سرکل خاصا وسیع تھا لہٰذا وہ بھی مصروف ہی رہا کرتی تھیں......شام کو پپو، نور بیگم کو لان میں لے آیا کرتی تھی......تازہ ہوا میں بیٹھنا، سبزہ دیکھنا نور بیگم کو بہت اچھا لگتا۔

عنایہ کے آج کل اینول ایگزامز ہو رہے تھے جس کی وجہ سے وہ زارون کو آج کل کم ٹائم دے رہی تھی......

جس پر زارون اس سے سخت نالاں نظر آتا۔

اب بھی وہ شاور لے کر نکلی تھی جب اس کے سیل فون پر Tiffany Alvord کے سونگ baby I love you کی ایک مخصوص رنگ ٹون بجنے لگی تھی...... اس نے یہ رنگ ٹون زارون کے نمبر پر لگا رکھی تھی...... وہ کال پک نہیں کر سکی تھی...... فون ایک بار پھر بجنے لگا تھا...... عنایہ نے ٹاول بیڈ پر اچھالا اور سیل فون اٹھالیا۔

''بے صبرا کہیں کا......'' وہ مسکراتے ہوئے بڑبڑائی اور کال پک کر لی۔

''زارون! تم سے ایک منٹ بھی انتظار نہیں ہوتا......''

''تمہارے معاملے میں، میں ایسا ہی ہوں...... پتا تو ہے تمہیں...... اور بائی داوے کہاں غائب ہو تم...... میں کب سے کال کر رہا ہوں...... لنچ ٹائم میں بھی تمہیں فون کرتا رہا تھا مگر محترمہ نے کوئی لفٹ ہی نہیں کرائی۔'' زارون بے چینی سے سوال پر سوال کر رہا تھا۔

''زارون میں بہت تھک گئی تھی...... پیپر دے کر آئی اور میں سو گئی...... ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو اٹھی ہوں......''

''اچھا یہ بتاؤ پیپر کیسا ہوا؟''

''بہت اچھا......'' عنایہ سیل فون کال سے لگائے نیل پالش اٹھا کر صوفے پر آ گئی تھی۔

''مجھے لگتا ہے تمہارے اینول پیپرز کے ساتھ، ساتھ میرے بھی پیپرز ہو رہے ہیں۔'' زارون کے لہجے میں شکوہ تھا۔

''کیا مطلب؟'' عنایہ اپنے پیروں پر ریڈ نیل پالش لگانے لگی۔

''تم آج کل بہت بزی جو ہو...... مجھے ٹائم نہیں دے رہی ہو...... مجھے نظر نہیں آتی ہو...... تو یہ میرا امتحان ہوا ناں......'' عنایہ ہنس دی۔

''بس کچھ ہی دن کی بات ہے۔''

''تمہیں پتا ہے یہ ''کچھ دن'' میں کس طرح گزار رہا ہوں۔ان کچھ دنوں کے لیے تم میرے لیے بھی کوئی مصروفیت کیوں نہیں ڈھونڈ دیتیں؟''

''تم بس آفس میں دل لگا کر کام کیا کرو......'' عنایہ مسکرائی۔

''میرا دل تمہارے پاس ہے...... آج کل آفس میں نہیں لگتا......''

''تو سمجھاؤ ناں اپنے دل کو......'' عنایہ کے لب مسکرا رہے تھے۔

''دل آج کل میری سنتا نہیں......'' زارون کے گنگنانے پر عنایہ ہنسی۔

''شرم کرو، آفس میں بیٹھ کر مجھ سے عشق لڑا رہے ہو۔''

''تم جو گوشہ نشین ہو بیٹھی ہو...... فون پر ہی تو عشق لڑاؤں گا ناں میں...... اچھا آج تمہارے ساتھ لنچ کرنے کا موڈ تھا...... میں نے تمہیں کال کی مگر تم نے پک ہی نہیں کی۔''

''ہاں، میرا اسیل فون سائلنٹ پر تھا۔''

''اٹس او کے...... یہ بتاؤ اس وقت کیا کر رہی ہو؟''

''میں سیلون جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔''

''تم آل ریڈی اتنی خوب صورت ہو تمہیں ان چیزوں کی ضرورت ہی نہیں ہے۔''

''کیوں ضرورت نہیں ہے، دو مہینے کے بعد ہماری شادی ہے اور میں شادی والے دن دنیا کی سب سے خوب صورت لڑکی لگنا چاہتی ہوں۔''

''پتا نہیں یہ دو مہینے کب اور کیسے گزریں گے؟'' زارون نے سرد آہ بھری۔

''زارون تم بہت بے صبرے ہو......'' عنایہ مسکرائی۔

''صرف اور صرف تمہارے معاملے میں ہوں۔'' زارون کے لہجے میں بے پناہ محبت تھی...... عنایہ کا چہرہ بلش ہوا۔

''تمہیں پتا ہے تمہاری اہمیت میری زندگی میں کیا ہے؟ just close your eyes'' زارون کے کہنے پر عنایہ نے آنکھیں بند کرلیں۔

''او کے...... اب تم نے کیا دیکھا......؟'' زارون نے سوال کیا۔

''تھنگ...... کچھ بھی نہیں۔'' عنایہ نے آنکھیں بند کیے، کیے نفی میں سر ہلایا۔

"that,s my life without you" زارون نے محبتوں سے چُور لہجے میں اسے اس کی حیثیت اس کی اہمیت اپنی زندگی میں بتادی...... عنایہ کو اپنی قسمت پر رشک آنے لگا۔'' عنایہ جس مرد کو اس کی پسند، اس کی محبت مل جاتی ہے وہ گناہوں سے بچ جاتا ہے...... میرے بہت سے دوستوں کی مختلف لڑکیوں سے فرینڈ شپ ہے مگر مجھے تمہارے علاوہ دنیا کی کوئی لڑکی کبھی متاثر نہیں کرسکی۔ آفس میں ہوتا ہوں تو کئی بار تمہیں کال کرتا ہوں، تمہاری آواز بار، بار سنتا ہوں...... گھر آتا ہوں تو نظریں بار، بار تمہیں ڈھونڈتی ہیں، تمہیں ہر وقت اپنے آس پاس دیکھنا چاہتا ہوں۔'' زارون جذبات کی رو میں بہتا ہوا اسے اپنے دل کا حال سنا رہا تھا۔

"same here zaroon" وہ پُرفسوں لہجے میں بولی۔'' بس تم...... تم ہمیشہ مجھ سے ایسی ہی محبت کرنا......'' عنایہ کی آنکھیں خوشی سے اس کی محبتوں پر جھلملا جایا کرتی تھیں۔

''میری جان...... میری محبتیں صرف تمہارے لیے ہیں اور ہمیشہ تمہارے لیے ہی رہیں گی۔'' زارون اسے یقین دلا رہا تھا اس سے وعدے کر رہا تھا اور وہ خود پر ناز کر رہی تھی۔ وہ دونوں ایسے ہی تھے ایک دوسرے کو ٹوٹ

کر چاہنے والے ایک دوسرے کے لیے دیوانے......

☆☆☆

سارہ کالج سے باہر نکلی تو سامنے اسے اسجد بائیک لیے کھڑا نظر آیا...... وہ سر جھکا کر لڑکیوں کے گروپ کے ساتھ آگے بڑھ گئی...... وہ کم رفتار سے بائیک چلاتا ہوا لڑکیوں کے گروپ سے قدرے فاصلے پر ان کے پیچھے، پیچھے چلا آ رہا تھا۔ اس گروپ میں شامل ہر لڑکی کو یہ خوش فہمی تھی کہ اسجد اس کے پیچھے آتا ہے...... کئی لڑکیاں گردن موڑ کر پیچھے دیکھتیں...... کئی اسے مسکرا کر دیکھتیں...... اگر پلٹ کر نہیں دیکھتی تھی تو صرف سارہ شاکر حسین...... وہ اسے نہیں دیکھتی تھی۔ آہستہ، آہستہ سب لڑکیاں اپنے گھروں کو روانہ ہوگئی تھیں اب صرف سارہ ہی رہ گئی...... آج صبح سے ہی اس کا دل اداس تھا۔ وہ بہت چپ، چپ سی تھی۔ اس کی فرینڈ حنا نے اس کی اداسی اور خاموشی کو نوٹ کرتے ہوئے وجہ بھی پوچھی تھی مگر وہ طبیعت خرابی کا بہانہ بنا کر اسے ٹال گئی تھی...... جبکہ وجہ یہ تھی کہ ایک دن پہلے سارہ کے رشتے کے سلسلے میں کچھ لوگ آئے تھے مگر ان کے گھر کی غربت دیکھ کر ناک بھوں چڑھاتے ہوئے رشتے سے انکار کر گئے تھے۔ شاید یہ احساسِ ذلت تھا۔ اسجد بائیک کی اسپیڈ بڑھا کر سارہ کے قریب آگیا۔

''کیسی ہو سارہ؟''

وہ خاموش رہی...... آج اس کا دل بہت اداس تھا اس کے چہرے پر افسردگی تھی۔

''قسم سے آپ بہت ظالم ہیں، میں اتنی گرمی اور دھوپ میں آپ کے دیدار کے لیے بے چین رہتا ہوں اور آپ ہیں کہ ایک نظر اٹھا کر مجھے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتیں......'' اسجد کے شکوے پر سارہ نے گردن موڑ کر اسے دیکھا...... اور چند لمحے غیر ارادی طور پر اسے دیکھتی رہی...... ایک خوب صورت سے احساس نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا کہ کوئی اس کے لیے اتنا دیوانہ بھی ہو سکتا ہے...... کوئی اسے اتنا بھی چاہ سکتا ہے یک دم اسے اپنا آپ بہت معتبر سا لگنے لگا۔

''دو مہینے میں پہلی بار آج آپ نے نظر اٹھا کر مجھے اس طرح دیکھا ہے...... بہت ہینڈسم نہ سہی گزارے لائق تو ضرور ہوں میں۔'' اسجد نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ جھینپ گئی۔

''سارہ پتا ہے کہ کل چاند کی چودہ تاریخ تھی...... رات جب میں سونے کے لیے لیٹا تو بے اختیار رات کے تاریک آنچل پر چودھویں کے چاند نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کرالی...... وہ مجھے بالکل تم جیسا لگا...... خوب صورت...... مغرور...... اپنے سحر میں جکڑ لینے والا...... مگر میری پہنچ سے بہت دور۔'' اسجد کا آنچ دیتا لہجہ اسے اندر تک سرشار کر گیا۔

وہ اب لاشعوری طور پر بہت آہستہ، آہستہ چل رہی تھی...... اسے آج اسجد کی باتیں سننا اچھا لگ رہا تھا۔

''لگتا ہے میرے پیچھے آنے سے پہلے احمد فراز کا سارا دیوان پڑھ کر آتے ہیں آپ!'' سارہ کے انداز اور اس کی بات پر اسجد بے اختیار مسکرایا۔

''یہ عشق بڑی ظالم چیز ہے...... اچھے بھلے انسان کی مت مار کر دیوانہ بنا دیتا ہے یہ عشق۔''

اسجد کی بیچارگی پر سارہ مسکرا پڑی۔

اسجد بائیک سے اتر گیا تھا اور اب بائیک لیے اس کے ساتھ، ساتھ چلنے لگا تھا۔

''سارہ تمہاری مسکراہٹ بھی تمہاری طرح جان لیوا ہے۔''

اب کے سارہ خاموش رہی...... وہ ایک سادہ سی گھریلو لڑکی تھی اسجد کی ایسی باتوں کے جواب میں وہ ایسے ہی خاموش ہو جایا کرتی تھی۔

''سارہ تم میری باتوں کا جواب کیوں نہیں دیتی ہو؟'' اس نے شکوہ کیا۔
''میں کیا جواب دوں؟'' وہ انجان بنی۔
تب وہ دھیرے سے بولا۔

''کوئی منتظر ہے اس کا کتنی شدت سے فرازؔ
وہ جانتا ہے مگر انجان بنا رہتا ہے''

سارہ کے لب مسکرانے لگے۔
''سارہ میرا بہت دل چاہتا ہے میں تمہیں اپنے روبرو بٹھا کر فرصت سے دیکھوں، ان چند لمحوں کی ملاقات سے دل نہیں بھرتا...... بلکہ دل اور بے چین ہو جاتا ہے...... تم پلیز...... کل میرے ساتھ چلو ناں......'' وہ التجا کر رہا تھا۔
''اسجد پلیز...... آپ ان چیزوں کی مجھ سے توقع مت رکھیں...... میں اس ٹائپ کی لڑکی نہیں ہوں...... اگر آپ مجھ سے سچی محبت کرتے ہیں تو اپنی والدہ کو میرے گھر رشتے کے لیے بھیج دیں...... مگر میں یہ سب نہیں کر سکتی جو آپ چاہتے ہیں......'' سارہ نے دوٹوک انداز میں انکار کیا۔ کل کے رجیکشن نے اسے اتنی بات کا حوصلہ دے دیا تھا۔
''میری والدہ کا دراصل چند دن پہلے ہی بائی پاس ہوا ہے، وہ فوری طور پر ابھی نہیں آسکتی ہیں...... سارہ تم میری مجبوری کو سمجھو...... میں امی کو فوری طور پر تمہارے گھر نہیں بھیج سکتا...... میں تم سے سچی محبت کرتا ہوں...... مگر مجھے بہت دکھ ہوا ہے کہ تمہیں ابھی تک میری محبت پہ یقین نہیں آیا...... تم سمجھتی ہو کہ میں تم سے عشق کا ڈھونگ رچا رہا ہوں؟ دو مہینے سے تمہارے عشق میں ان سڑکوں پر خوار ہو رہا ہوں میں اور کس طرح یقین دلاؤں تمہیں......؟'' وہ بیچارگی سے کہہ رہا تھا۔
''سچ تو یہ ہے کہ تم بہت ظالم ہو...... تمہیں میری اور میری محبت کی ذرا بھی پروا نہیں...... پتھر ہو تم...... جس سے پچھلے دو مہینے سے میں سر پھوڑ رہا ہوں'' اسجد خفا ہو گیا تھا...... اس کے لہجے میں بے پناہ دکھ تھا...... مایوسی تھی...... وہ ڈھیلے سے انداز میں بائیک پر بیٹھ کر چند لمحوں میں اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا...... سارہ کا دل کسی نے جیسے مٹھی میں جکڑ لیا...... دکھ سے آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ وہ چند لمحے کھڑی اس سنسان سڑک کو دیکھتی رہی...... جس طرف اسجد غصے میں بائیک دوڑا کر گیا تھا...... سارہ کا دل بوجھل ہو گیا...... گھر تک آتے ہوئے اس کے دل نے یہ اعتراف کر لیا تھا کہ اسے اسجد کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اس کے ساتھ جانے پر انکار نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ایک اچھے گھرانے کا لڑکا اس کی محبت میں یوں خوار ہو رہا تھا...... وہ لڑکا اس سے شادی کا خواہش مند تھا...... اسے سارہ کے گھریلو حالات سے کوئی سروکار نہیں تھا...... اس سے بڑھ کر اور اسے کیا چاہیے؟
سارہ دل ہی دل میں خود سے باتیں کر رہی تھی اور اعتراف کر رہی تھی۔
''پاگل لڑکی اللہ، اللہ کر کے تجھے ایک چاہنے والا ساتھی مل رہا ہے جو تیرا عاشق ہے، دیوانہ ہے تیرا...... اس کی قدر کر...... ورنہ ہر ایرے غیرے لوگوں کے سامنے چائے کی ٹرے سجا کر پیش کرتے، کرتے اور پھر لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کی لمبی چوڑی لسٹیں وصول کرتے، کرتے اور ان لسٹوں کو پورا نہ کرنے پر مسترد ہوتے، ہوتے تو ویسے ہی تیری عمر نکل جائے گی...... پھر کون بیاہنے آئے گا تجھے؟''
باقی کے تمام راستے دل اس کو جھنجوڑتا رہا...... اس سے سوال پر سوال کرتا رہا...... سچ کا آئینہ دکھاتا رہا...... اور وہ گھر کی جانب بڑھتے ہوئے، دل کی تمام باتوں کو سچ مان چکی تھی۔ گھر کے اندر داخل ہوتے ہی وہ دل میں ٹھان چکی تھی کہ کل اسے اسجد کے ساتھ کالج سے کس طرح نکلنا تھا۔

(جاری ہے)